JIBAS (The International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu)
ISSN: APPLIED FOR (P) & (E)
Home Page: http://jibas.org
Approved by HEC in Y Category
Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,**
Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk,
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

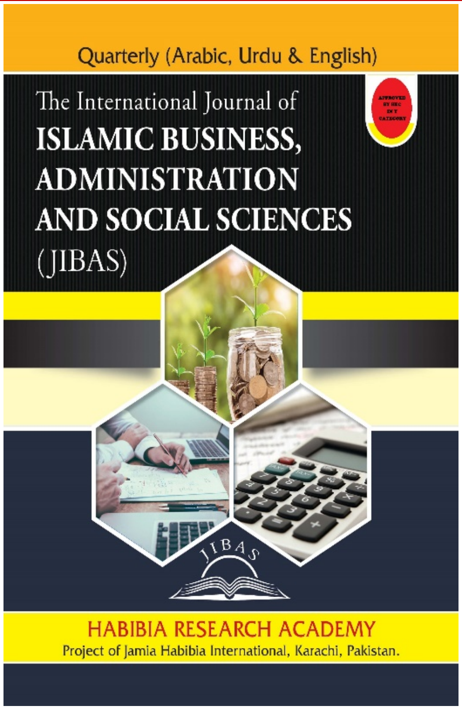

TOPIC:

HURIAT-E-FIKR IN THE POETRY OF ALLAMA MUHAMMAD IQBAL: A HISTORICAL AND CRITICAL REVIEW

ملت اسلامیہ کیلئے علامہ محمد اقبال کی شاعری میں حریت فکر کا تاریخی، تحقیقی و تنقیدی جائزہ

AUTHORS:

1. *Dr. Aqsa Naseem Sindhu, Assistant Professor of Urdu, Govt. Sadiq women university BWP, Email: aqsanaseemsindhu@gmail.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0002-9861-5147*
2. *Dr. Aasma Rani, Assistant Professor of Urdu (HOD) Govt Sadiq women university BWP, Email: aasma.rani@gscwu.edu.pk Orcid ID: https://orcid.org/0000-0002-4858-2017*
3. *Dr. Sohail Akhtar, Lecturer Department of History, Ghazi University, Dera Ghazi Khan Email: sakhtar@gudgk.edu.pk Orcid ID: https://orcid.org/0000-0002-9344-7551*

How to Cite: *Sindhu, Aqsa Naseem, Aasma Rani, and Sohail Akhtar. 2021. "URDU 7 HURIAT-E-FIKR IN THE POETRY OF ALLAMA MUHAMMAD IQBAL: A HISTORICAL AND CRITICAL REVIEW: ملت اسلامیہ کیلئے علامہ محمد اقبال کی شاعری میں حریت فکر کا تاریخی، تحقیقی و تنقیدی جائزہ". International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences (JIBAS) 1 (4):91-102. URL https://jibas.org/index.php/jibas/article/view/27.*
Vol. 1, No.4 || October –December2021 || P. 91-102
Published online: 2021-12-30

QR. Code

HURIAT-E-FIKR IN THE POETRY OF ALLAMA MUHAMMAD IQBAL: A HISTORICAL AND CRITICAL REVIEW

ملت اسلامیہ کیلئے علامہ محمد اقبال کی شاعری میں حریت فکر کا تاریخی، تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Aqsa Naseem Sindhu, Aasma Rani, Sohail Akhtar,

ABSTRACT :

Allama Muhammad Iqbal was great poet and philosopher of the Muslims of Sub-continent. He had a profound and a great political insight. Iqbal tried to aware the Muslims of India through his poetry. He expressed his political thoughts not only in his poetry but also in his book the Reconstruction of Religious Thoughts in Islam. He also explained his political philosophy through his lecture like Islamic culture, Muslim Community and clearly advised the Muslims of India to follow the political theory of Milat. In his presidential address of Allahabad on 30th December 1930, he presented the Idea of a separate state Pakistan for the Muslim's of India. This research Paper is an attempt to explore his political thoughts and this paper highlights Iqbal as a political philosopher through his poetry.

KEYWORDS: *Iqbal, thinker, poet, nationality, political strategy, subcontinent, Muslim, ideology of Pakistan, Allahabad sermon, nation, patriotism*

موضوع کا تعارف: یہ تحقیقی مقالہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کی سیاسی بصیرت اور ان کے ان سیاسی افکار کا احاطہ کرتا ہے جس کا اظہار انہوں نے تحریک پاکستان کے دوران متعدد بار نہ صرف اپنی گفتگو میں فرمایا بلکہ اپنے سیاسی افکار کا برملا پرچار اپنی شاعری میں بھی کیا۔ اقبال کوئی عام سیاسی رہنما یا شاعر نہیں تھے بلکہ ایک حقیقی فلاسفر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سیاسی رہبر اور داعی انقلاب بھی تھے۔ ان کے سیاسی افکار کو نہ صرف مسلمانان برصغیر میں پذیرائی ملی بلکہ ان کی شاعری کے ذریعے مسلمانان ہند کو عوامی اور ملی سطح پر بیداری کا موقع میسر آیا۔ انہوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کی اصلاح اور بیداری پر صرف کیا۔ اقبال نے شاعرانہ انداز میں قوم کی فکری ترجمانی کا بیڑا اٹھایا اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کیلئے جس طرح فکری آلام بندی کی وہ صرف اقبال ہی کر سکتا تھا۔ اقبال احیائے اسلام اور اتحاد امت کے پرزور داعی تھے جس نے مسلمانوں کو ملت میں پرو جانے کا سبق دیا جو برصغیر کے ساتھ دیگر اسلامی دنیا میں بھی سنا گیا۔ اقبال کی شاعری ان کے سیاسی افکار اور ملت اسلامیہ کے جذبات کی حقیقی عکاس اور ترجمان ہے جس کے سبب قوم بیدار ہو کر منزل کی تلاش میں اٹھ کھڑی ہوئی اور اقبال کے خواب کو شرمندہ تعبیر کر ڈالا۔ اس مقالے میں اقبال کے سیاسی افکار اور سماجی بصیرت کو شاعری کی روشنی میں اجاگر کرنے کی پیہم کوشش کی گئی ہے۔ جس سے اقبال کے سیاسی افکار کو پرکھنے کا موقع ملے گا۔

تحقیقی طریقہ کار: اگرچہ یہ ایک تجزیاتی مطالعہ ہے جو کہ علامہ اقبال کی شاعری اور فرامین کی وضاحت ہے مگر تحقیقی طریقہ کار کو کسی بھی تحقیق میں نمایاں حیثیت حاصل ہے اور مقالہ ہذا چونکہ اقداری مواد پر مشتمل ہے تو اس مقالے کو تاریخی طریقہ تحقیق کے تحت بنیادی و ثانوی ماخذات جن میں کتب، مضامین، اخبارات شامل ہیں، کی مدد سے مکمل کیا گیا ہے۔

ادب کا مطالعہ : موضوع اقبال کی شاعری میں اس کے سیاسی نظریات اور تحریک آزادی کے دوران ان کے سیاسی فلسفے کے مسلمانان ہند پر اثرات کو جانچنا مقصود تھا تو اس موضوع پر تحقیق کے دوران جس ادبی مواد کو زیر مطالعہ لایا گیا ہے اس میں اقبال کی کتب بال جبریل، بانگ درا، ضرب کلیم، کلیات اقبال، گفتار اقبال، ارمغان حجاز، اقبال کا خصوصی مطالعہ، سیاستدان اقبال، علامہ اقبال بطور سیاستدان، مطالعہ اقبال، تحریک پاکستان، اقبال کا خصوصی مطالعہ سمیت کئی تاریخی وادبی کتب شامل ہیں۔

موضوع پر گفتگو: اقبال اپنے خطوط میں جناح کے نام مسلسل اپنی بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے رہے اور ایک اسلامی ریاست کے تصور کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ جیسے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ میں طویل مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ایک الگ اسلامی ریاست کے قیام اور اسلامی نظام کے نفاذ سے جہاں حقوق محفوظ ہوں گے وہیں مسلمانوں کی ترقی وخوش حالی ایک الگ اسلامی ریاست کے بغیر ناممکن ہے۔(1) اقبال مسلمانوں کو مسلسل آزادی کی ترغیب دلاتے ہوئے جگاتے رہے جیسا کہ کہتے ہیں۔ اقبال کے خیال میں مسلمانوں کے لئے ایک آزاد اسلامی ریاست کا قیام ناگزیر ہے اور ایسا نظریاتی طور پر ممکن نظر آتا ہے۔ اقبال قوم کے جذبے کو ابھارتے ہوئے ان کو اٹھ کھڑے ہونے کا درس دیتا ہے۔(2) اقبال صرف ایک عام شاعر نہیں بلکہ ایک فلاسفر ہونے کے ساتھ سیاسی افکار کے حامل شاعر تھے جس نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کی فکری، ادبی اور سیاسی تربیت کو جاری رکھا۔ ان کی زندگی کا ایک مقصد مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ تھی۔ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے اقبال نے مسلمانوں کو اسلامی جذبے اور استقامت کے تحت ان میں آزادی کی روح پھونک دی۔ جیسے وہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

اک ولولہ تازہ دیا میں نے دلوں کو لاہور سے تا خاکِ بخارہ و سمرقند!

ان کے خیال میں غلامی کا حل یقین محکم ہے صرف آزادی کا جذبہ ہوتا ہے جو غلامی کے طوق کو قبول نہیں کرتا اور اسے اتار پھینکتا ہے۔
اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے آزادی کا شوق پیدا کرتے ہوئے مسلمانان ہند میں سیاسی شعور پیدا کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ بطور رہبر مسلمانان ہند فرماتے ہیں

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اقبال نے امت میں خودی کا ایک جذبہ پیدا کر دیا اور مسلمان نوجوان کو شاہین کا درجہ دیتے ہوئے اس کو آزادی کی نعمت سے روشناس فرمایا۔
اقبال شاعر ہونے کے ساتھ عظیم سیاسی مفکر کا درجہ رکھتا تھا یہی وجہ ہے کہ ان کے سیاسی افکار اور سماجی بصیرت کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ انہوں نے سیاسی زندگی کا آغاز پنجاب مجلس قانون کے ممبر کی حیثیت سے منتخب ہو کر کیا۔ اقبال 1930 میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر بنے اور انہوں نے الہ آباد کے سالانہ اجلاس میں پاکستان کا تصور پیش کیا۔ اگلے سال علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے 1931 میں مسلمانان برصغیر کے نمائندے کے طور پر جب بیت المقدس میں منعقدہ موتمر عالم اسلامی کے اجلاس میں شرکت کی۔ پھر تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے لندن تشریف لے گئے۔(3) اگر ان کی شاعری کے ابتدائی زمانے پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں

اقبال جغرافیائی و علاقائی موضوعات پر بھی شاعری کرتے رہے اور ان موضوعات میں سے انہوں نے ترانہ ہندی، ہمالہ جیسے موضوعات پر نظمیں لکھیں اور وطن پرستی اور معاشرتی یکجہتی کا پرچار کیا مگر جلد ہی ان کو احساس ہوا کہ یہ مسلمانوں کے مسائل کا حل نہیں- انہوں نے مسلمانوں کی سرپرستی اور رہنمائی کا فیصلہ کیا اور اس معاملے میں ان کے سفر یورپ نے خاصا اہم کردار ادا کیا۔ اگر اقبال کی سیاسی سوچ کی بات کی جائے تو وہ ابتدا میں ایک آزاد ہندوستان کے قائل تھے اور انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے خواہاں تھے جس کا اظہار انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے کیا مگر کچھ وقت کے بعد ان کی سوچ میں تبدیلی آئی جب کانگریس کا متعصبانہ رویہ مسلمانوں کی دشمنی پر منتج ہوا تو انہوں نے اپنی سوچ بدل لی۔ جس کی واضح مثال ان کے یہ اشعار ہیں

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا   ہندی ہیں ہم وطن ہندوستان ہمارا

لیکن بعد میں جب ایک وقت پر کانگریس نے مسلمانوں کی مخالفت کی تو مسلمانوں میں بیداری کی لہر آئی۔ اور مسلمانان ہند کی علیحدہ قومیت کا شعور بیدار ہو گیا تو اقبال نے بھی اپنے اس شعر میں ترمیم کر دی اور فرمایا؛

”مسلم ہیں، ہم وطن ہیں، سارا جہاں ہمارا“

اقبال دوسری گول میز کانفرنس میں کانگریس کے ساتھ ساتھ کئی مسلمان رہنماؤں کے رویے سے بھی دلبرداشتہ ہوئے اور انہوں نے دوسری گول میز کانفرنس کے وفد سے علیحدگی اختیار کر لی۔ کیونکہ ان کا مزاج مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے خلاف تھا۔ وہ قوم کی رہنمائی اور عظمت رفتہ کی بحالی کے داعی تھے ا اور اس پیغام کے مبلغ تھے جس کا پرچار اسلاف نے کیا تھا۔(4) ایک اہم مقصد مسلمانوں کا مستقبل تھا جس کو وہ تابناک بنانا چاہتے تھے ان کے خیال میں مسلمانوں کو ثابت قدمی کی ضرورت ہے ان کو فولادی ذہن رکھنا چاہیے اور واضح کر دیا کہ یہ کوشش ان کی آنے والی نسلوں کے مستقبل کو محفوظ بنائے گی۔ اسلامی تعلیمات کی بدولت ہم کامیابی حاصل کرنے کے قابل ہوں گے۔(5) اقبال مسلمانوں کے مستقبل بچانے کیلئے اپنے حق کی خاطر دشمنوں کے مقابلے میں فولاد ہو جانے کا مشورہ دیتے ہیں اور اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کیلئے آزادی سے بڑھ کر کچھ نہیں(6)

ہو حلقہء یاراں تو بریشم کی طرح نرم   رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

بعد میں اقبال وطن پرستی کے برعکس ملت کے فلسفے کا امین بن گیا اور اپنی تہذیب کو الگ قرار دیتے ہوئے اس کو زندگی کی تکمیل قرار دیا۔ اسلامی تہذیب کی نمائندگی کرتے ہوئے اس کے بارے میں کہتا ہے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر   خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی۔

اقبال نے بحیثیت مفکر پاکستان تحریک پاکستان کو اپنی شاعری کے ذریعے نہ صرف جلا بخشی بلکہ انہوں نے اس انقلاب کی بنیاد رکھی جس کا نتیجہ قیام پاکستان کی شکل میں نمودار ہوا۔ اقبال کی شاعری کا اگر تجزیہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ وہ صرف شاعر نہیں تھے بلکہ ملت اسلامیہ کے فکری رہبر اور داعی انقلاب تھے۔ احیائے اسلام کی تحریک میں انہوں نے بھرپور کردار ادا کیا اور مسلمانوں میں انقلابی شاعری کے ذریعے زندگی کی ایک نئی روح پھونک دی۔ انہوں نے جذبہ حریت کی بیداری میں کلیدی کردار ادا کیا اور ان کی شاعری مسلمانان ہند کی سیاسی بیداری میں نمایاں طور پر معاون ثابت ہوئی۔

ہے کس کی جرات کے مسلماں کو ٹوکے حریت افکار کی نعمت ہے خداداد،
چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدہ پارس چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد
قرآن کو بازیچہ تاویل بنا کر ہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد،
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد
اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد (7)

جب حضرت علامہ اقبال کے تصور آزادی پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کو آزادی سے بے انتہا پیار تھا اور یہی وجہ ہے کہ وہ اکثر اوقات غلامی اور جبر و استعداد کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے قوم کو اس کے متعلق اکثر آگاہ کرتے ہوئے بتاتے رہتے تھے اور اس مرض سے نجات حاصل کرنے کا سبق دینے کے ساتھ قوم کو بیدار ہونے کا مشورہ دیتے تھے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں۔

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں؟ یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری
ٹپک اے شمع آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں سے سراپا درد ہوں حسرت بھری ہے داستاں میری
الٰہی پھر مزا کیا ہے یہاں دنیا میں رہنے کا؟ حیات جاوداں میری نہ مرگ ناگہاں میری۔ (8)

اسی طرح سفر یورپ اور وہاں قیام کے دوران اقبال میں غلامی کے احساس نے کافی مضطرب کیا اور وہ مسلسل غلامی کے طوق کو اتار پھینکنے کا مشورہ قوم کو دیتے رہے۔ جیسا کہ اس کا اظہار کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

بنائیں کیا سمجھ کا کر شاخ گل پر آشیانہ اپنا، چمن میں آہ! کیا رہنا جو بے آبرو رہنا
جو تو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں غلامی ہے اسیر امتیاز ماو تو رہنا۔ (9)

اسی طرح اقبال قومی ترقی کو رنگ و نسل اور ذات پات سے بالاتر قرار دیتا ہے- اقبال کے خیال میں قومی یکجہتی کا انحصار اتحاد ملت میں ہے اور وہ منافرت کی سختی سے مخالفت کرتا ہے۔ وہ قوم کو فکری آزادی کے راستے پر گامزن ہونے کا درس دیتے ہوئے ان پر واضح کرتا ہے کہ جغرافیائی اور علاقائی منافرت اور نسلی امتیازات کی بجائے قومی فلاح مسلمانوں کی ترقی اور ان کی آزادی کیلئے لازمی ہے اور جذبہ حریت ان کی

بقا اور کامیابی کا ضامن ہے۔(10) اقبال واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مغرب کے استحصالی معاشی نظام نے مسلمانوں کی جڑوں کو کھوکھلا کرتے ہوئے ان کی حالت کو بدتر کر دیا ہے بلکہ مغربی نظام کی بدولت مسلمانوں میں نفاق اور انتشار پیدا ہوا ہے اور ان کی ریشہ دانیوں کو غلام بنانے کی چال قرار دیتے ہوئے اس کو پورے عالم اسلام کے خلاف ایک گھناؤنی سازش قرار دیا اور اپنے شاعرانہ تخیل کے ذریعے عالم اسلام اور برصغیر کے مسلمانوں کو آزادی کی ترغیب دی۔ اسی لئے اقبال اکثر و بیشتر اپنی شاعری میں سیاسی آزادی کی بات کرتا ہے کہ یہ ضروری ہے۔ان کے خیال میں سیاسی آزادی کے بناسب کچھ بے معنی ہے اور وہ عالم اسلام کی سیاسی غلامی کو ناکامی کا سبب سمجھتے تھے اور اس بات سے مایوس تھے کہ غلامی نے مسلمانوں کی استعداد ختم کر دی اور بے حسی نے ان کو ذہنی طور پر مغلوب کرتے ہوئے غلامی کو جسمانی اور ذہنی دونوں اعتبار سے قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ اپنی عظمت رفتہ کو فراموش کر کے غلام بن بیٹھے۔ جس کا اظہار کرتے ہوئے اقبال نے فرمایا۔

لیکن مجھے پیدا کیا اس دیس میں تو نے جس دیس کے بندے ہیں غلامی پہ رضامند
معلوم کسے ہند کی تقدیر کہ اب تک، بے چارہ کسی تاج کا تابندہ نگیں ہے
دہقاں ہے کسی قبر کا اگلا ہوا مردہ بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیر زمیں ہے
جاں بھی گرد غیر، بدن بھی گرد غیر افسوس کہ باقی نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے
یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے۔(11)

اسی طرح علامہ محمد اقبال نے اپنی شاعری میں قوم کو زوال کے اسباب و علل سے بھی آگاہ کرتے ہوئے جاگنے کا پیغام دیا اور کچھ کرداروں کی نشاندہی فرمائی جو زوال کا شاخسانہ بنے اور ان کرداروں کے متعلق اقبال نے مختلف جگہوں پر ان کی نشاندہی فرمائی۔ اقبال نے غربت و افلاس کے برعکس بے ضمیری، جاگیردارانہ نظام اور ملائیت و خانقاہیت پر نکتہ چینی کی۔ان عوامل کو زوال کا سبب کہا۔ اپنی شاعری میں اس کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری اے کشتۂ سلطانی و ملائی و پیری۔(12)

1938ء کے اوائل میں جب مولانا حسین احمد مدنی نے کانگریس کے موقف انڈین نیشنلزم کی حمایت کی اور نظریہ اوطان کی بات کی کہ قومیں وطن سے بنتی ہیں تو اقبال نے فرمایا کہ مجھے مولانا کی بات سن کر تکلیف ہوئی ہے۔ علامہ اقبال اس وقت علیل تھے مگر انہوں نے اس نظریے کی بھرپور اور پرزور مخالفت کرتے ہوئے اس کا جواب دینے کا فیصلہ کیا اور نہایت ہی بے چینی کے عالم میں مولانا مدنی کو شاعرانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے یوں کہا۔ عجم ہنوز نداند رموز دیں، ورنہ

زدیوبند حسین احمد! ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے زخبر مقام محمد ﷺ عربی است

بمصطفیٰ برساں خویش راکی دیں ہمہ اوست

اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است۔([13])

اقبال نے واضح کر دیا کہ دنیا میں قوموں کے بننے کا سبب اوطان ہوسکتے ہیں مگر مسلمان جس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں وہ مذہب ہی ہے جو مسلمانوں کو ملت کے درجے پر فائز کرتا ہے دیگر اقوام کا وجود مذہب سے نہیں بلکہ نسل اور جغرافیہ سے ہے مگر مسلمان صرف مذہب کی وجہ ہیں اور ان کے بقول؛

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تو کچھ بھی نہیں جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں۔

حضرات علامہ اقبال اور مولانا مدنی کے درمیان ہونے نظریہ پاکستان اور قومیت پر پیدا ہونے والے نظریاتی اختلاف نے دونوں شخصیات کے حامیوں کے درمیان ایک طوفان برپا کر دیا۔ مگر اقبال اپنے دعوے پر ڈٹ گئے کہ اسلام مسلمانوں کی اساس کا نام ہے یہ طوفان کئی دن تک جاری رہا۔ اقبال اور علامہ مدنی کے درمیان بحث کافی دن جاری رہی۔

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے

جم اور ساقی نے بنا کی روش لطف و ستم اور

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور

تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے جو پیراہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بت کہ تراشیدہ تہذیب نوی ہے غارت گر کاشانہ دین نبوی ہے

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے۔

نظارہ دیرینہ زمانے کو دکھادے اۓ مصطفوی خاک میں اس بت کو ملادے۔

ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی رہ بحر میں آزاد وطن صورت ماہی

ہے ترک وطن سنت محبوب الٰہی دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے تسخیر ہے مقصود تجارت تو اسی سے

خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے

اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے (14)

اقبال کے خیال میں مذہب کو وطن کے مقابلے میں برتری حاصل ہے۔ اسلام ایک عالم گیر مذہب ہے جس کے جاننے والے دنیا کے ہر کونے میں موجود ہیں اس لیئے اس کے خیال میں مسلمان قوم اور ان کی قومیت علاقائی قیود سے مبرا ہے۔ الاسلام دین الاخوۃ یربط بین اتباعہ۔ اور اسی طرح اقبال نے پوری دنیا کو مسلمان کا وطن کہا جس کے متعلق ان کا خیال ہے۔

طارق چوں بر کنارہ اندلس سفینہ سوخت گفتند کار تو بہ نگاہ خرد خطا است

دوریم از سواد وطن باچوں رسیم، ترک سبب زردیء شریعت کجا رواست

خندید بر شمشیر نہاد و گفت است، ہر ملک ملک ما است ما است کہ ملک خدا ما است

اقبال کی سوچ یہ بتاتی ہے کہ وہ مذہب اسلام سے متعلق عالم گیریت کے قائل تھے جس کے مطابق انہوں نے اس کائنات کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملکیت قرار دیا اور اسی تناظر میں انہوں مسلمانوں کو سیاسی اعتبار سے دنیا کے اند کسی ایک جگہ یا ملک کے حدود اربعہ تک محدود نہیں کیا بلکہ اقبال نے واضح کر دیا کہ یہ کائنات خدا کی بنائی ہوئی ہے اور اس نے مسلمانوں کو اس دنیا میں اپنے نائب کی حیثیت سے بھیجا ہے۔ لہذا مسلمان اللہ تعالی کے نائب ہونے کی حیثیت سے کسی بھی دنیا کے کونے میں جا کر بسیں تو یہ ان کا وطن ہے کیونکہ جو سرزمین اللہ تعالی کی ہے وہ سرزمین مسلمان کا وطن شمار ہوگی۔

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی روح امم کی حیات کشمکش انقلاب

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

اقبال مسلمانوں کے ماضی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے

رلاتا ہے ترا نظارہ ائے ہندوستاں مجھ کو کہ عبرت خیز ہے ترا فسانہ سب فسانوں میں

نشان برگ گل تک بھی نہ چھوڑا اس باغ میں گلچیں تری قسمت سے رزم آرائیاں ہیں باغبانوں میں

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے ائے ہندوستاں والو تمھاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے جو ہے راہ عمل میں گامزن، محبوب فطرت ہے

شجر ہے فرقہ آرائی، تعصب ہے ثمر اس کا یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدام کو

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر بھی ہوشیار ہو گا

دیار مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ زر اب کم عیار ہو گا۔

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا۔

اقبال اہل ایمان کو ایک خاص انداز میں دیکھتا ہے اور اس نے مومن کے وقار کو بیان کرتے ہوئے کچھ یوں شاعرانہ طرز میں خطاب کیا اور کہا

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان،

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان،

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں قرآن۔

اقبال نے عام مسلمانوں کے برعکس اس طبقے کو جو جدیدیت کا حامی اور پیروکار تھا س کو بھی بہت اچھی طرح جھنجھوڑا۔ اور دور جدید کے وہ مسلمان جو مغربی افکار کو اپناتے ہوئے اسلام سے دور ہو کر اسلام سے متعلق اپنے خیالات تبدیل کر رہے تھے ان کے بارے میں اپنے کلام میں فرماتے ہیں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے۔

مغربی تہذیب و تمدن کے منفی اثرات سے نبرد آزما ہونے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرے بلکہ اپنے اندر آزادی کی امنگ کو بیدار کر کے مغرب کی غلام سے راہ نجات حاصل کرے۔ مفکر ملت، دانائے راز علامہ محمد اقبالؒ کی اسی حکیمانہ سوچ نے جرات رندانہ اور کلیمانہ جذب و کیف سے کام لیتے ہوئے مسلم دنیا اور بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں میں اپنی شاعری کے ذریعے آزادی کی امنگ سے ہمکنار کرنے کے لیے مسلمانوں کے جذبہ ہستی کو بیدار کیا۔ دانائے راز علامہ محمد اقبالؒ کی ساری زیست ہی مسلمانوں کے لیے باعث رحمت تھی۔ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے درماندہ اور سوئی ہوئی مسلم قوم کو پھر سے زندہ کیا۔

ہویدا آج اپنے زخم پنہاں کر کے چھوڑوں گا لہو رو رو کے محفل کو گلستاں کر کے چھوڑوں گا

جلانا ہے مجھے ہر شمعِ دل کو سوزِ پنہاں سے تری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا

مگر غنچوں کی صورت ہوں دلِ درد آشنا پیدا چمن میں مُشت خاک اپنی پریاں کر کے چھوڑوں گا

دکھادوں گا جہاں کو جو مری آنکھوں نے دیکھا ہے تجھے بھی صورت آئینہ حیراں کر کے چھوڑوں گا

جو ہے پردوں میں پنہاں، چشم بینا دیکھ لیتی ہے زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

علامہ محمد اقبالؒ اپنی اردو شاعری میں اسلامی اصلاحی فکر و نظر کے حوالے سے گفتگو کر کے امت مسلمہ کو زوال اور مایوسی کے منظر نامے سے نکال کر انہیں آزادی کی نئی امنگ سے روشناس کرانا چاہتے تھے۔ جس کی تائید علامہ محمد اقبالؒ کے ان اشعار سے بھی ہوتی ہے۔

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی برق طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی

رہ گئی رسمِ اذاں، روح بلالی نہ رہی فلسفہ رہ گیا، تلقین غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

دراصل اقبالؒ کی پیغامی شاعری نے نہ صرف اسلامیانِ ہند کے قومی محسوسات کو بیدار کیا بلکہ اُن میں جذبہ حریت کو بھی جلا بخشی۔

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں

جذبِ باہم جو نہیں، محفل انجم بھی نہیں

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں

ڈھونڈنے والے کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

23 مارچ 1940ء کو قائد اعظم نے دو قومی نظریے کو ارتقائی منازل سے گزار کر علامہ محمد اقبالؒ کے تصور کو حقیقت کا روپ دیا۔ قائد اعظم نے مسلم لیگ کے تاریخ ساز اجلاس میں جب دو قومی نظریے کی یوں وضاحت کی: "کہ برصغیر میں انگریزوں اور ہندوؤں کے علاوہ تیسری قوم مسلمان ہے جن کا مذہب اسلام ہے اور اسلام اور ہندو دھرم محض مذہب نہیں ہیں بلکہ حقیقت میں مختلف اور جداگانہ معاشرتی نظام ہیں۔ یہ محض ایک خواب ہے کہ ہندو اور مسلمان کبھی مل کر ایک مشترکہ قومیت تخلیق کر سکیں گے۔ یہ لوگ آپس میں شادی بیاہ نہیں کرتے، نہ ایک دستر خواں پر کھانا کھاتے ہیں۔"

علامہ محمد اقبالؒ نے وطنی قوم پرستی کے زمانہ میں 1904ء میں "ترانہ ہندی" لکھا۔ لیکن فکری تبدیلی کے بعد "ترانہ ملی" لکھا۔ تقسیم بنگال کی منسوخی کا اعلان ہوا۔ تو یکم فروری 1912ء کو موچی دروازہ لاہور میں مسلمانوں نے ایک احتجاجی جلسہ منعقد کیا، جس میں علامہ محمد اقبالؒ بھی شریک ہوئے مقررین نے بڑی جوشیلی اور جذباتی تقریریں کیں۔ جب علامہ محمد اقبالؒ کی باری آئی تو مسلمانوں کی عظمت رفتہ کا مینار بن کر اٹھے اور فرمایا "مسلمانوں کو اپنی ترقی کے لیے خود ہاتھ پاؤں مارنے چاہئیں۔ ہندوؤں کو اب تک جو کچھ ملا ہے محض اپنی کوششوں سے ملا ہے۔ اسلام کی تاریخ دیکھو وہ کیا کہتی ہے عرب کے خطے کو یورپین معماروں نے ردی اور بے کار پتھر کا خطاب دے کر یہ کہہ دیا تھا کہ اس پتھر پر کوئی بنیاد کھڑی نہیں ہوسکتی۔ ایشیا اور یورپ کی قومیں عرب سے نفرت کرتی تھیں مگر عربوں نے جب ہوش سنبھالا اور اپنے کس بل

سے کام لیا تو یہی پتھر دنیا کے ایوان تمدن کی محراب کی کلید بن گیا اور خدا قسم! روما جیسی باجبروت سلطنت عربوں کے سیلاب کے آگے نہ ٹھہر سکی، یہ اس قوم کی حالت ہے جو اپنے بل پر کھڑی ہوئی۔" اس تقریر سے مجمع میں رواں دواں لحاتی اور بے جہت جوش و خروش اپنی قوم کے زندہ تشخص کے لیے درکار ایک بامعنی قوت میں بدل گیا جو ابھی محدود تھی مگر آگے چل کر اسے وسعت کرنی تھی یہ ٹھیک ہے مسلمانوں کے چند حلقوں میں بیدار کے آثار پیدا ہو چلے تھے مگر اس بیداری کے مراکز ایک دوسرے سے لاتعلق چھوٹے چھوٹے جزیروں کی طرح بٹے ہوئے تھے۔ متفقہ ملی قیادت میں میسر نہ تھی۔ نتیجتاً مسلمانوں کے اندر متحدہ ہندی قومیت کا رجحان پیدا ہو چلا تھا۔ مسلم لیگ اور ہندو کانگرس کے اجلاس ساتھ ساتھ ہونے لگے تھے۔ ابھی عملی سیاست سے الگ تھے۔ مگر مسلم قومیت کے اس اصول پر پوری طاقت کے ساتھ قائم تھے جو ان پر قیام انگلستان کے زمانہ میں منکشف ہوا تھا۔ یورپ سے واپسی کے بعد کے زمانہ میں اقبالؒ کی بنیادی فکری تشکیل و تکمیل کا زمانہ ہے۔ تیس مارچ 1923ء کو انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں علامہ محمد اقبالؒ نے اپنی معروف نظم "طلوع اسلام" پڑھی۔ یہ نظم یونانیوں پر ترکوں کی فتح کے واقعہ پر لکھی گئی تھی۔

اسی طرح مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقدہ الٰہ آباد جس کی صدارت ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ نے کی۔ اس خطبے میں اہم عصری سیاسی مسائل پر سیر حاصل تکرار و تبصرہ کے علاوہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کے قیام کی پیش گوئی کی گئی تھی۔ کانگریس جس طرح ماضی میں مسلمانوں کے وجود سے انکاری ہوئی تھی۔ اس سے پہلے ہی پہلی گول میز کانفرنس شروع ہو چکی تھی، علامہ اقبال گاندھی کی ہٹ دھرمی کے پیش نظر جانتے تھے کہ کوئی بھی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلے گا اسلام ایک زندہ قوت ہے اور اسی طرح مسلمان ایک حقیقت ہیں اور مسلمانوں کی منزل ایک علیحدہ مملکت ہی ہے۔

علامہ اقبال کا نظریہ سیاست اسلام کے سنہری اصولوں اور اخلاقیات پر مبنی تھا۔ ان کے نزدیک سیاست وہ داؤ پیچ تھا جس کی بنیاد پر آزادی کی منزل حاصل ہونے کی امید تھی۔ ان کے ہاں سیاست عبادت تھی نہ کہ لوٹ مار کا ذریعہ جس طرح آج قوم پاکستانی سیاست کے نتائج بھگت رہی ہے۔

حاصل بحث: مصور پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال ایک شاعر ہی نہیں بلکہ ایک عظیم مفکر، دانشور، فلاسفر اور حکیم الامت جیسی عظیم ہستی کے مرتبے پر فائز تھے۔ آپ نے ایک ایسی محکوم قوم کی بیداری کا بیڑا اٹھایا جو غلامی و پستی کا شکار ہو کر عظمت رفتہ کھو چکی تھی۔ اقبال نے ان میں آزادی کی ایک نئی روح پھونک دی۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے سوئی ہوئی قوم کو جگا کر آزادی کی کرن دکھائی۔ بطور ایک سیاسی مفکر اقبال نے نہ صرف مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی بلکہ ان کو جھنجھوڑا اور اس تقسیم شدہ قوم کو یکجا کر دیا۔ ان کی شاعری ملت کو تاریکی سے باہر نکال کر لائی۔ اور ایک محکوم قوم سے ایک عزت مند قوم میں بدل دیا۔ تحریک پاکستان میں ان کی شاعری مردہ دلوں کیلئے اکسیر ثابت ہوئی اور ان کے بتائے ہوئے راستے نے منزل فراہم کی۔

حوالہ جات

[1] ۔ محمد جہانگیر عالم، اقبال کے خطوط جناح کے نام، اقبال اکادمی پاکستان، طبع پنجم، 2012، ص۔53۔

2۔۔ افتخار احمد صدیقی،، فروغ اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، 1996، ص۔349

3۔ خان، محمد احمد، اقبال کا سیاسی کارنامہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 2012، ص۔241

4۔ ڈاکٹر جاوید اقبال، زندہ رود، سنگ میل پبلیکشنز، لاہور2012، ص۔۔513

5 ۔۔ غلام حسین ذوالفقار، اقبال کا ذہنی و فکری ارتقاء، بزم اقبال لاہور، 1998، ص۔169۔

6۔ ضرب کلیم، ص، 41

7۔ علامہ محمد اقبال، آزادی، ضرب کلیم، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1976، ص112

8۔ علامہ محمد اقبال، بانگ درا، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص۔68

9۔ علامہ محمد اقبال، بانگ درا، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص۔75

10۔ یوسف حسین خان، روح اقبال، دہلی، 1957، ص۔269

11۔ علامہ محمد اقبال، ضرب کلیم، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1976، ص۔151

12۔۔ علامہ محمد اقبال، ارمغان حجاز، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص۔27

13۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، اردو، اقبال اکیڈمی، لاہور، 2013، ص۔457

14۔ علامہ اقبال، بانگ درا، المصطفے برادرز، لاہور،، س۔ن۔د، ص۔126

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.